تالیف : عادِل سُہیل ظفر

:::::::برکت اور تبرک:::::::

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اَلحَمدَ لِلّہِ نَحمَدہ، وَ نَستَعِینہ، وَ نَستَغفِرہ، وَ نَعَوذ بَاللَّہِ مِن شَرورِ أنفسِنَا وَ مِن سَیِّءَاتِ أعمَالِنَا ، مَن یَھدِ ہ اللَّہُ فَلا مُضِلَّ لَہُ وَ مَن یُضلِل ؛ فَلا ھَادِيَ لَہُ ، وَ أشھَد أن لا إِلَہَ إِلَّا اللَّہ وَحدَہ لا شَرِیکَ لَہ ، وَ أشھَد أن مُحمَداً عَبدہ، وَ رَسو لہ::: بے شک خالص تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اُس کی ہی تعریف کرتے ہیں اور اُس سے ہی مدد طلب کرتے ہیں اور اُس سے ہی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اپنی جانوں کی بُرائی سے اور اپنے گندے کاموں سے، جِسے اللہ ہدایت دیتا ہے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جِسے اللہ گُمراہ کرتا ہے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے علاوہ کوئی سچا اور حقیقی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں:

ہم اکثر بلکہ بہت زیادہ ایک چیز کا ذِکر سُنا کرتے ہیں، اور اس چیز کو حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں، اُس کے حصول کے لیے دُعا بھی کرتے ہیں، لیکن شاید اُس کے بارے میں دُرُست معلومات نہ ہونے کے سبب ٹھیک طور پر اُس کے حصول کے لیے کوشش نہیں کرتے، اور اِسی کم عِلمی یا غلط فہمیوں کے باعث کچھ چیزوں، کچھ لوگوں کے بارے میں یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ اُن میں وہ چیز ایک مستقل صِفت کے طور پر پائی جاتی ہے، لہٰذا اُن میں سے وہ چیز حاصل ہوتی ہے،

یا، اور، اُن کے ذریعے وہ چیز حاصل کی جاسکتی ہے، وہ لفظ جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، وہ چیز جس کی بارے میں یہ تمہید باندھی ہے وہ ہے """برکت"""،

جی، اسے عربی میں """برکۃٌ""" کہا جاتا ہے اس کے بارے میں لغوی معلومات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے میں مختصراً اِس کے معانی اور مفاہیم کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بات آگے بڑھاتا ہوں،

"""برکت""" کے درج ذیل معانی اور مفاہیم ہیں،

:::::(1)::::: کسی بھی چیز میں خیر کا حسی یا معنوی اضافہ،

:::::(2)::::: کسی چیز میں خیر کے وجود کا ثابت ہونا،

:::::(3)::::: کسی چیز میں اضافہ،

:::::(4)::::: کسی چیز کا مضبوطی سے جم جانا،

پہلے دو معانی ہی اِسلامی عقائد کے ترجمان ہیں، اور اُن دو معانی میں مُشترک صِفت کسی چیز میں خیر کا ہونا ہے، اور یقیناً خیر وہی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے بطور نعمت میسر ہو، اور یقیناً خیر اُسی چیز میں ہوتی ہے جس کا اِستعمال اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام کے عین مطابق ہو، اُسی کام میں ہوتی ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام کے عین مطابق ہو،

کسی چیز میں محض کوئی اضافہ """برکت""" نہیں،

یعنی کسی چیز میں اضافہ جو شرعی طور پر خیر والا نہ ہو """برکت """ نہیں ہوتا بلکہ صرف اضافہ ہوتا ہے ، لہذا کسی چیز میں بڑھاوے یا اضافے کو ہم """برکت """ نہیں سمجھ سکتے ،

مثلاً کسی شخص کو بہت اچھی صحت میسر ہے ، اور اُس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ، یا اچانک ہی کسی کی صحت ، تندرستی، چابکدستی ، ذہانت وغیرہ میں اضافہ ہوتا ہے اور ہوتا رہتا ہے لیکن اُس کی صحت و تندرستی، چابکدستی اور ذہانت کا اِستعمال اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی تابع فرمانی میں نہیں ہوتا، خیر کے کاموں میں نہیں ہوتا، بلکہ شرّ کے کاموں میں ہوتا ہے ، تو بلا شک وشبہ یہ اضافہ محض اضافہ ہے """برکت """ نہیں ،

کسی شخص کو بہت مال میسر ہوتا ہے اور اُس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ، یا اچانک کسی کو مال ملنا شروع ہو جاتا ہے ، یا کسی کے تھوڑے سے مال میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بظاہر اس اضافے کے اسباب صاف ستھرے اور جائز ہوتے ہیں لیکن اُس مال کا اِستعمال اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی تابع فرمانی میں نہیں ہوتا، نیکی کے کاموں میں نہیں ہوتا، بلکہ نافرمانی اور گناہ کے کاموں میں ہوتا ہے، تو یہ اضافہ محض اضافہ ہے """برکت """ نہیں ،

آخر میں ایک اہم بات کی طرف سب قارئین کی خاص توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ **"""برکت مادی طور پر حسی چیز نہیں ہے، کسی کم و کیف، جسد و ہیئت میں مقید چیز نہیں، کہ اسے کسی طور اپنی مرضی کے مطابق لیا یا دیا جاسکے، یا اس کا ماپ تول کیا جا سکے """**

:::::::برکت ہر ایک حلال کام، چیز اور پاکیزہ جگہ میں ہو سکتی ہے:::::::

جی ہاں، ہو سکتی ہے ،اور نہیں بھی ،

"""برکت """ ہمارے گھروں میں اُن میں موجود اطمینان ،امن ، محبت سے جانچی جا سکتی ہے ،

"""برکت """ ہمارے اموال میں ایسا اضافہ ہے جو نیکی کے ساتھ ہو اور نیکی میں اِستعمال ہو ،

"""برکت """ ہمارے کھانے میں ہماری صحت اور جسمانی راحت کی موجودگی سے پہچانی جا سکتی ہے ،

"""برکت """ ہمارے گھرانے اور خاندان میں نیک و صالح افراد کی موجودگی سے جانی جا سکتی ہے ،

"""برکت """ ہمارے وقت میں رزق حلال کی کوشش میں صرف ہونے اور نیکیوں میں صرف ہونے کی صُورت میں سُجھائی دے سکتی ہے ،

"""برکت """ ہمارے عِلم میں معلومات کی کثرت ، وسعت، گہرائی اور مضبوطی کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام کے مطابق جانچنے اور اپنانے یا رد کرنے اور ان پر علم پیرا ہونے میں دیکھی جا سکتی ہے ، غرضیکہ زندگی کے ہر ایک لمحے میں """برکت """ کا حصول ممکن ہے ،

ایک دفعہ پھر یاد دہانی کرواتا چلوں کہ """برکت """ کسی بھی چیز میں خیر والے اضافے اور خیر کا موجود ہونا ہے ، جو یقیناً اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے ایسی نعمت جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ کئی نعمتوں کو ایسا بڑھاوا دیتا ہے کہ حسی طور پر وہ بہت کم دکھائی دیتی ہیں لیکن عملی طور پر وہ بہت زیادہ سے زیادہ والا کام کر دیتی ہیں ، باذن اللہ ،

اس کی مثالیں کثرت سے ہمارے مسلم معاشرے میں ملتی چلی آ رہی ہیں ۔

:::::::برکت کیسے ملتی ہے ؟ اور تبرک کیا ہے ؟:::::::

::::::: """برکت""" اللہ کی طرف سے ہی مل سکتی ہے ، مخلوق میں سے کوئی بھی چیز ، قول ، فعل ، یا شخصیت یا جگہ یا عمل ذاتی طور پر یہ صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ """برکت""" لے سکے ، یا دے سکے :::::::

جی ہاں ، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ایک جلیل القدر نبی عیسی علیہ السلام کے قول کی صورت میں ہمیں یہ بتاتا ہے ﴿ وَ جَعَلَنِي مُبَارَكاً أَيْنَ مَا كُنتُ وَ أَوصَانِي بِالصَّلاةِ وَ الزَّكَاةِ مَا دُمتُ حَيّاً ::: اور مجھے اللہ نے ہر جگہ ہر وقت برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوۃ (ادا کرنے) کا حکم دیا ہے ﴾ سُورت مریم (19) / آیت 31 ،

اور اِرشاد فرمایا ﴿ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ::: وہ (یعنی اللہ) بہت ہی زیادہ برکت دینے والا ہے اُس کے ہاتھ میں ساری ہی بادشاہی ہے اور وہی ہر چیز پے مکمل قُدرت رکھتا ہے ﴾ سُورت المُلک (67) / آیت 1 ،

یعنی ہر ایک چیز پر مکمل اختیار اور بادشاہی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ہے لہذا تمام تر """برکت""" صرف اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے ، جسے ، جب ، جتنی ، جیسے اور جب تک چاہے دیتا ہے ، اور جیسے چاہے اُس """برکت""" سے کسی اور کو مستفید کرتا ہے ،

پس ہمیں یہ اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ کسی بھی چیز یا شخصیت میں """برکت""" صِرف اور صِرف اللہ جلّ ثناوہُ کی طرف سے ہوتی ہے اور اُس میں سے آگے کسی اور کو ملنا بھی صرف اللہ جلّ جلالہُ کی مشئیت اور حکم سے ہوتا ہے ،

کسی چیز ، کسی جگہ یا شخصیت میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی """برکت""" ہو تو وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی کہ جب اور جیسے اور جتنی کسی کا جی چاہے جا کر لے آئے ، یا وہ چیز یا شخصیت خود سے کچھ """برکت""" نکال کر کسی کو دے دے ،

جی ہاں اللہ تعالیٰ اپنے اِیمان والے نیک بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کسی دوسرے کے لیے کسی برکت کا ذریعہ بھی بنا دیتا ہے ، اس کی تفصیل اِن شاء اللہ آگے بیان کروں گا ، لیکن یہ بات حق ہے کہ کسی بھی شخصیت میں ، کسی بھی چیز میں یہ اہلیت نہیں کہ وہ خود سے کسی کو کوئی برکت دے سکے ، اور نہ ہی کوئی چیز یا مُقام یا شخصیت مطلقاً اور بذات خود ہر کسی کے لیے متبرک ہوتی ہے ، لہٰذا ،

تبرک یعنی برکت حاصل کرنے کی نیت سے کیے جانے والا کوئی کام ، یا کسی چیز کو حاصل کرنا یا کسی چیز کو اِستعمال کرنا صرف اور صرف اُسی وقت حصول برکت کا باعث بن سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے برکت دینا چاہے ، کیونکہ کسی بھی چیز ، کسی بھی عمل اور کسی بھی شخصیت میں ذاتی طور پر ایسی مستقل برکت نہیں دی گئی جو ہر اِیمان والے کو یقیناً حاصل ہو سکتی ہو ، اِس موضوع کی کچھ مزید تفصیل اِن شاء اللہ برکت والی چیزوں کے ضمن میں پیش کروں گا ،

لیکن اس میں سے انبیاء علیہم السلام کا معاملہ الگ ہے ، کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں میں الگ ذاتی مُستقل برکت دی گئی تھی ، اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے وضوء سے بچا ہوا پانی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہ وسلم کے ہاتھ مُبارک داخل ہوا کرتے، پسینہ مُبارک، ناخن مُبارک، بال مُبارک، حتیٰ کہ تھوک مُبارک تک حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے رہتے،

یہاں یہ بات خُوب اچھی طرح سے سمجھ لینے والی ہے کہ انبیاء اور رُسولوں علیہم السلام کے اِس معاملے کی وجہ سے کسی غیر نبی اور غیر رُسول کے بارے میں بابرکت ہونے اور اُس سے تبرک حاصل کرنے کا عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے،

اِس مضمون میں میرے دو بنیادی مقاصد ہیں :::

:::::::(1)::::::: """برکت """ کی تعریف، اس کے حصول کے اسباب، اور اُن چیزوں کا بیان جن میں برکت ہونے کی خبر دی گئی ہے، تا کہ ہم اُن چیزوں کو جان کر اُنہیں پہچان کر اُن کے ذریعے اللہ سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کریں،

:::::::(2)::::::: ہم خوب اچھی طرح یہ سمجھ لیں کہ ان چیزوں میں برکت کی موجودگی ان کی اپنی ذاتی کمائی نہیں، اور یہ چیزیں بذات خود کسی کو کچھ برکت دینے والی نہیں ہیں، اور کوئی اِن میں سے کسی مادی ذریعے سے برکت نکال کر اپنے لیے اپنی یا کسی اور کی کسی بھی چیز میں داخل نہیں کر سکتا، کیونکہ جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں کہ """برکت مادی طور پر حسی چیز نہیں ہے، کسی کم و کیف، جسد و ہیئت میں مقید چیز نہیں، کہ اسے کسی طور اپنی مرضی کے مطابق لیا یا دیا جا سکے، یا اس کا ماپ تول کیا جا سکے """۔

::::::برکت کے حصول کے اسباب::::::

وہ تمام چیزیں حاصل کرنا برکت کے حصول کے اسباب میں سے ہیں جن میں برکت ہونے کی خبر اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے ملی ہو، اور وہ تمام کام کرنا بھی برکت کے حصول کے اسباب میں سے ہیں جن کے کرنے میں اور جن میں برکت ہونے کی خبر اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے ملی ہوئی، لہٰذا برکت کے حصول کے اسباب جاننے کے لیے ایسی چیزوں، کاموں اور جگہوں کے بارے میں جاننا اشد ضروری ہے جِن میں برکت ہونے کی خبر اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے ملی ہوئی،

آیے اُن چیزوں اور کاموں کے بارے میں ملنے والی صحیح ثابت شدہ خبروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

:::::: """برکت""" کونسی چیزوں میں ہوتی ہے ؟:::::::

اس سوال کے جواب کو اِن شاء اللہ اچھی طرح سے سمجھنے کے لیے میں برکت والی چیزوں کو کچھ الگ الگ عناوین میں بیان کروں گا اِن شاء اللہ،

::::::برکت والی چیزیں:::::::

:::(1)::: قران پاک میں برکت ہے:::

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان مُبارک ہے ﴿ وَهَـٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ::: اور یہ برکت والی کتاب ہم نے نازل کی لہٰذا تُم لوگ اس کی پیروی کرو اور (اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے) بچو تا کہ تُم لوگوں پر رحم کیا جائے ﴾ سُورت الانعام (6)/آیت 155،

اور فرمایا ﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ::: (اے محمد) ہم نے آپ کی طرف برکت والی کتاب نازل کی ہے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کرو اور تا کہ عقلمند (اِس کے ذریعے) نصیحت حاصل کریں﴾ سُورت ص (38)/آیت 29،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ من الْبَيْتِ الذي تُقْرَأُ فيه سُورَةُ الْبَقَرَةِ::: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ بے شک شیطان اُس گھر سے دور بھاگتا ہے جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 780/کتاب الصلاۃ المسافرین و قصرھا/باب 29،

پس قران مبارک کو پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا برکت کے حصول کے اہم اسباب میں سے ہے۔

:::(2):::اِیمان اور تقویٰ میں برکت ہے:::

اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کا اِرشاد گرامی ہے ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَـكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ:::اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جُھٹلایا پس ہم نے اُن کو اُن کے کیے پر پکڑ لیا﴾ سُورت الاعراف (7)/آیت 96،

یعنی اللہ پر اُس کے احکام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی تعلیمات اور احکام کے مطابق ایمان لانا اور اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے بچنے کی کوشش میں رہنا اللہ کی طرف سے آسمان اور زمین کی برکتیں حاصل کرنے کا سبب ہے۔

:::(3):::نیکوکار اِیمان والوں میں بھی برکت ہوتی ہے:::

اللہ تعالیٰ اپنے اِیمان والے نیک بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کسی دوسرے کے لیے کسی برکت کا ذریعہ بھی بنا دیتا ہے، اور وہ برکت جِس نیکوکار اِیمان والے شخص کے ذریعے ملتی ہے لغوی طور پر اُس شخص کی برکت بھی کہا جا سکتا ہے،

جیسا کہ تیمّم کی آیات نازل ہونے پر اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہُ نے ابو بکر رضی اللہ عنہُ اور اِیمان والوں کی محترمہ و پاکیزہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا """ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يا آلَ أَبِي بَكْرٍ::: اے ابو بکر کے خاندان والو یہ آپ لوگوں کی پہلی برکت نہیں """ مُتفقٌ علیہ، صحیح البُخاری/حدیث 327/کتاب التیمّم کی پہلی حدیث، صحیح مُسلم/حدیث 367/کتاب الحیض/باب 28،

اِن الفاظ کی شرح میں اِمام ابن حَجر العسقلانی رحمہُ اللہ نے لکھا کہ """قَولُهُ مَا هِيَ بِأَولِ بَرَكَتِكُم أَي بَل هِيَ مَسبُوقَة بِغيرِهَا مِنَ البَرَكَاتِ والمُرادُ بِآلِ أَبِي بكرٍ نَفسهُ وأَهلهُ وأَتباعهُ وفِيهِ دليلٌ عَلى فضلِ عائشة وأَبِيها وتَكرارُ البركةِ مِنهما::: اُسید رضی اللہ عنہُ کی اِس بات کہ """ یہ آپ لوگوں کی پہلی برکت نہیں """ کا مطلب یہ ہوا کہ اِس واقعہ سے پہلے بھی اُن لوگوں کی برکتوں میں سے برکتیں ظاہر ہو چکی ہیں، اور """آل ابی بکر""" کا مطلب، خود اَمیر المومنین ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہُ و أرضاہُ، اور اُن کے گھرانے والے اور اُن کے پیروکار ہیں، اور اُسید رضی اللہ عنہُ کی بات میں اِیمان والوں

کی امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے والد محترم رضی اللہ عنہُ کی فضیلت اور اُن دونوں میں سے برکت کے بار بار حاصل ہونے کی بھی دلیل ہے"""،

اور اِمام ملا علی قاری حنفی رحمہُ اللہ نے بھی کچھ مختلف الفاظ میں یہی کچھ فرمایا ہے،

:::::: ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اُسید رضی اللہ عنہُ نے فرمایا """جَزَاكِ الله خَيْرًا فَوَاللَّهِ ما نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إلا جَعَلَ الله ذَلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فيه خَيْرًا ::: اللہ آپ کو خیر والی جزاء عطاء فرمائے، اللہ کی قسم آپ کے لیے جب بھی کوئی دُکھ والا کام ہوا تو اللہ نے اُس میں آپ کے لیے اور مُسلمانوں کے لیے خیر عطاء فرمادی""" صحیح البُخاری/حدیث 329/کتاب التیمم/باب اول،

:::::: اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ """جَزَاكِ الله خَيْرًا فو الله ما نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إلا جَعَلَ اللهُ لَكِ منه مَخْرَجًا وَجُعِلَ لِلْمُسْلِمِينَ فيه بَرَكَةٌ ::: اللہ آپ کو خیر والی جزاء عطاء فرمائے، اللہ کی قسم آپ کے لیے جب بھی کوئی دُکھ والا کام واقع ہوا تو اللہ نے آپ کے لیے اُس میں سے نکلنے کا راستہ بنایا اور اُس میں مُسلمانوں کے لیے برکت دی"""مُتفقٌ علیہ، صحیح البُخاری/حدیث 4869/کتاب النکاح/باب 65، صحیح مُسلم/حدیث 367/کتاب الحیض/باب 28،

:::::: اِیمان والوں کی ایک محترمہ امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک بہن اِیمان والوں کی ایک اور محترمہ امی جان جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے نکاح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ، لوگوں نے اِس نکاح کی وجہ سے جویریہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کے تمام غلاموں کو رہا کر دِیا کہ یہ لوگ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے سُسرال ہیں،

اور پھر اپنی بہن، اِیمان والوں کی ایک اور ماں جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بارے میں اِرشاد فرمایا"""فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ ::: پس ہم نے کسی عورت کو اُس کی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ برکت والا نہیں دیکھا کہ اُن کی وجہ سے (اُن کے قبیلے) بنی مُصطلق سو گھرانوں کے افراد کو غلامی سے نجات ملی"""سُنن ابو داؤد/حدیث 3933/کتاب العِتق/باب 2، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے حَسن قرار دِیا،

:::(4)::: سحری کے کھانے میں برکت ہے:::

﴿تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةٌ ::: سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے﴾ صحیح البُخاری/حدیث 1963/کتاب الصوم/باب 20، صحیح مُسلم/حدیث 1095/کتاب الصیام/باب 9،

ابی الدرداء، اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے سحری کے کھانے کو ﴿الغَداءُ المُبارك:::برکت والی خوراک﴾ قرار دیا، سُنن ابی داؤد/حدیث 2344/کتاب الصوم/باب 16، السلسلہ الاحادیث الصحیحہ/حدیث 2983،

عبداللہ ابن عُمرا بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿تَسَحَّرُوا و لَو بِجُرعةِ مِن مَاءٍ::: سحری (کے وقت ضرور

کھایا، یا پیا) کرو خواہ پانی کا ایک چُلّو ہی ہو ﴾ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہُ/حدیث 2945،
اس حدیث شریف میں سحری کے وقت کچھ نہ کچھ ضرور کھانے یا پینے کو جو حکم ہے اُس کی حکمت سحری کے کھانے میں پائی جانے والی برکت کا حصول بھی ہے اور اس کے عِلاوہ ایک اور حِکمت بھی ہے جس کا ذِکر """ماہ رمضان اور ہم """ کے زیر عنوان مضامین میں سحری سے متعلقہ مضامین میں ہو چکا ہے،
"""ماہ رمضان اور ہم """ کا مطالعہ درج ذیل ربط پر کیا جا سکتا ہے :
http://bit.ly/18cMpsG
عبداللہ ابن عُمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إِنَّ اللہ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ :::یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں﴾ صحیح الترغیب والترھیب /حدیث 1066،
[[[صلاۃ کے معنی اور مفہوم کا ذکر """رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم پر صلاۃ و سلام کا ثواب """ میں ذِکر کر چکا ہوں]]]
مذکورہ بالا تینوں احادیث شریفہ صحیح ابن حبان/کتاب الصوم/باب السحور میں بھی ہیں،
:::(5):::کھانے کے درمیانی اور بالائی حصے میں برکت ہوتی ہے:::::::
عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إذا وُضِعَ الطَّعَامُ فَخُذُوا من حَافَتِهِ وَذَرُوا وَسَطَهُ فإن الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ في وَسَطِهِ :::جب کھانا (کھانے کے لیے) رکھ دیا جائے تو اُس کے کناروں میں سے لو اور اُس کا درمیانی حصہ چھوڑ دو کیونکہ برکت اُس کے درمیانی حصے میں نازل ہوتی ہے﴾ سُنن ابن ماجہ/حدیث 3275/کتاب الأطعمہ/باب 12، سُنن الترمذی/حدیث 1805/کتاب الأطعمہ/باب 12، دونوں روایات کو امام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دیا،
:::(6):::کھانے کے آخری حصے میں برکت ہوتی ہے:::
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إذا أَكَلَ أحدكم فلا يَمْسَحْ يَدَهُ حتى يَلْعَقَهَا أو يُلْعِقَهَا :::جب تُم میں کوئی (کچھ) کھائے تو اپنے ہاتھ کو (کپڑے وغیرہ سے پونچھ کر) صاف کرنے سے پہلے اُسے چاٹ لے یا چٹوا لے﴾ صحیح البخاری/حدیث 5140/کتاب الاطعمہ/باب 50، صحیح مُسلم /حدیث 2031/کتاب الاشربہ/باب 18،
اور اس کی مزید وضاحت ایک اور حدیث میں ملتی ہے جو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿لَا يَمْسَحْ أَحَدُكُمْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ:::تُم لوگوں میں سے کوئی بھی (کھانا کھانے کے بعد آخر میں) اپنے ہاتھ کو (کپڑے وغیرہ سے پونچھ کر) صاف کرنے سے پہلے چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے کھانے میں برکت کہاں ہے﴾ سنن ابن ماجہ/حدیث 3270/کتاب الاطعمہ/باب 9، اِمام

الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا،
انہی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہُ کا یہ بھی کہنا ہے کہ """میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كل شَيْءٍ من شَأْنِهِ حتى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فإذا سَقَطَتْ من أَحَدِكُمْ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ ما كان بها من أَذًى ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا ولا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فإذا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ فإنه لَا يَدْرِي في أَيِّ طَعَامِهِ تَكُونُ الْبَرَكَةُ:::یقیناً شیطان تُم میں سے ہر ایک کے ہر کام کے وقت موجود ہوتا ہے حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی، لہٰذا اگر تُم میں سے کسی سے اُس (کے کھانے) کا لُقمہ گِر جائے تو (وہ اُس لقمے کو اُٹھا لے اور) اُس لقمے پر تکلیف والی جو چیز لگ گئی ہو اُسے صاف کر لے اور پھر اُسے کھا لے اور اُس لقمے کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے، اور جب وہ کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے کھانے کے کون سے حصے میں برکت تھی﴾""" صحیح مُسلم/حدیث 2033/کتاب الاشربہ/باب 18، اس باب میں اسی مسئلے کے بارے میں تقریباً یہی باتیں اور کھانے کے برتن کو بھی چاٹ کر صاف کرنے کا حکم دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں،
الحمد للہ یہاں تک، اس مذکورہ بالا حدیث شریف اور اس سے پہلے بیان کی گئی احادیث پاک میں ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زُبان مُبارک سے یہ خبر دی گئی کہ جب ہم اللہ کا نام لے کر کچھ کھاتے پیتے ہیں تو اللہ کی طرف سے اُس کھانے یا پینے کی چیز میں برکت نازل کی جاتی ہے اور اس برکت کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ ہم اُس چیز میں سے کچھ ترک نہ کریں حتیٰ کہ اپنے ہاتھ پر جو کچھ اس چیز میں سے لگا ہے اسے چاٹ کر صاف کریں اور کھانے کے برتن کو بھی،
یہاں ایک بات کا ذِکر اِن شاء اللہ مُناسب ہو گا کہ چاٹ کر صاف کرنا ہی لازمی نہیں کسی اور طریقے سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے جس سے یقینی طور پر کھانے کے آخری ترین حصے اور باقیات بھی کھائی جائیں، جیسے کہ روٹی کے نوالوں سے خُوب اچھی طرح سے برتن کو صاف کر کے وہ نوالے کھا لیے جائیں۔

:::(7):::ثرید میں برکت ہے:::

﴿والبركةُ في ثَلاثَةٍ في الْجَمَاعَةِ وَالثَّرِيدِ وَالسُّحُورِ ::: اور برکت تین چیزوں میں پائی جاتی ہے، جماعت، ثرید اور سحری کے کھانے میں﴾ المعجم الکبیر للطبرانی/حدیث 6127، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہُ/حدیث 2882،
:::ایک انتباہ::: """یہاں جماعت سے مراد کوئی ایک خاص جماعت نہیں بلکہ مسلمانوں کا خیر کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے کام کرنا ہے"""
:::ثرید::: ایسے کھانے کو کہا جاتا ہے جس میں روٹیوں کو شوربے والے سالن میں ڈبو دیا جاتا ہے اور ان کے نرم ہونے پر اُنہیں کھایا جاتا ہے، اور سالن میں شامل چیزوں کو بھی چھوٹے چھوٹے حصوں میں رکھا جاتا ہے۔
::::(8)::: جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے جانے والے گھوڑوں میں برکت ہوتی ہے:::
اَنس ابن مالک رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿الْبَرَكَةُ في نَوَاصِي

الْخَيْلِ:::برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے﴾ مُتفقٌ علیہ ، صحیح البُخاری/حدیث 2696/کتاب الجہاد والسیر/باب 43، صحیح مسلم/کتاب الامارۃ/باب 26،

اس سے آگے والی حدیث میں مزید وضاحت بھی میسر ہوتی ہے جو کہ عُروہ البارقی رضی اللہ عنہُ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا﴿الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ:::گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے (اور وہ خیر ہے) ثواب اور مالِ غنیمت﴾ صحیح البُخاری/حدیث 2697/کتاب الجہاد والسیر/باب 44، صحیح مسلم/کتاب الامارۃ/باب 26،میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے،

اِس مذکورہ بالا حدیث مُبارکہ میں ہمیں یہ خوشخبری بھی ملتی ہے کہ مُسلمانوں کی دینی دُنیاوی اور اُخروی عِزت اور سر بُلندی کا اعلیٰ ترین سبب، اور اسلام کے اعلیٰ ترین کاموں میں سے بُلند ترین کام، جِہاد فی سبیل اللہ قیامت تک جاری رہے گا،

:::(9):::زمزم کا پانی برکت والا ہے:::

زمزم کے بارے میں ابو ذر رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا﴿إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ:::بے شک یہ برکت والا (پانی) ہے (اور) یقیناً مکمل کھانا ہے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 2473/کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم/باب 28،

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں﴿زَمزَم طَعَامُ طُعمٍ و شِفاءُ سُقمٍ:::زم زم برکت والا (پانی) ہے (اور) یقیناً مکمل کھانا ہے اور بیماریوں کی شِفاء ہے﴾ مُسند البزار/حدیث 3929، 3946 صحیح الترغیب والترھیب/حدیث 1162،

سلیمان بن المُغیرہ رضی اللہ عنہُ سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں﴿أنَّها مُبارکةٌ هِيَ طَعَامُ طُعمٍ و شِفاءُ سُقمٍ:::بے شک یہ برکت والا (پانی) ہے (اور) یقیناً مکمل کھانا ہے اور بیماریوں کی شِفاء ہے﴾ مسند الطیالیسی/حدیث 457، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ/حدیث 2435،

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا﴿مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ:::زم زم کا پانی اُسی کام کے لیے جِس کام (کی نیت) سے پیا جائے﴾ سنن ابن ماجہ/حدیث 3062/کتاب المناسک/باب 78، صحیح سنن ابن ماجہ/حدیث/2484،

:::(10):::زیتون کے درخت میں برکت ہے:::

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے﴿شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ:::برکت والا درخت زیتون﴾ سورت النور(24)/آیت 35،

:::(11):::بکریوں میں برکت ہے:::

اُم ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اُن سے فرمایا﴿اتَّخِذِي غَنَمًا فَإِنَّ فِيهَا بَرَكَةً:::تُم بکریاں لو (یعنی بکریاں پالو اور اُن کی تجارت کرو) کہ بکریوں میں برکت ہوتی ہے﴾ سنن ابن ماجہ/حدیث

2304/کتاب التجارات/آخری باب اتخاذ الماشیّۃ، السلسلۃ الصحیحۃ/حدیث 773،

:::::::برکت والے کام:::::::

:::(1):::اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کاموں کا آغاز کرنا:::

اللہ عزَّ و جلّ کا اِرشاد ہے ﴿تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ:::آپ کے بزرگی اور عِزت والے رب کا نام برکت والا ہے﴾سورت الرحمٰن(55)/آیت 78،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا اِرشاد مبارک ہے ﴿إذا دخل الرَّجُلُ بَيْتَهُ فذكر اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قال الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ ولا عَشَاءَ وإذا دخل فلم يذكر اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قال الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمْ الْمَبِيتَ وإذا لم يذكر اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قال أَدْرَكْتُمْ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ:::جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل کے وقت اور اپنے کھانے کے وقت اللہ کا ذِکر کرتا ہے (یعنی اللہ کا نام لیتا ہے) تو شیطان (اپنے ساتھیوں اور چیلوں سے) کہتا ہے (یہاں اس گھر میں) تُم لوگ کے رات بسر کرنے کے لیے نہ کوئی جگہ ہے اور نہ ہی رات کا کھانا ہے اور اگر وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں اور چیلوں سے) کہتا ہے تُم لوگوں کو رات گذارنے کی جگہ مل گئی اور اگر وہ شخص اپنے کھانے کے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں اور چیلوں سے) کہتا ہے تُم لوگوں رات گذارنے کی جگہ اور رات کا کھانا (دونوں ہی) مل گئے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 2018/الاشربہ/باب 13،

یعنی جس کام کے آغاز میں اللہ کا نام لیا جائے گا اس کام میں شیطان کی مداخلت نہ ہو گی لہذا اللہ کی طرف سے اُس میں برکت ہو گی۔

:::(2):::سیدھے ہاتھ سے کھانا پینا اور دیگر کام کرنا:::

﴿لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشِمَالِهِ ولا يَشْرَبَنَّ بها فإن الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بها:::تُم لوگوں میں سے کوئی بھی ہر گِز بائیں (اُلٹے) ہاتھ سے مت کھائے اور نہ ہی بائیں (اُلٹے) ہاتھ سے پیئے کیونکہ یقیناً شیطان اپنے بائیں (اُلٹے) ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 2020/الاشربہ/باب 13،

یعنی کوئی بھی ایسا کام کرنا جو شیطانوں کے کاموں سے مشابہت رکھتا ہو برکت میں روکاٹ کا سبب ہوتا ہے لہذا برکت کے حصول کے لیے ایسے ہر کام سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے جو شیطانوں کے کاموں میں سے ہو۔

:::(3):::اکٹھے رہنے اور مل جُل کر کام کرنے میں برکت ہے:::

﴿والبركة في ثَلَاثَةٍ في الْجَمَاعَةِ وَالثَّرِيدِ وَالسُّحُورِ ::: اور برکت تین چیزوں میں پائی جاتی ہے، جماعت، ثرید اور سحری کے کھانے میں﴾ المعجم الکبیر للطبرانی/حدیث 6127، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ/حدیث 2882،

:::ایک انتباہ::: """ یہاں جماعت سے مراد کوئی ایک خاص جماعت نہیں بلکہ مسلمانوں کا خیر کے کاموں میں ایک دوسرے

کے ساتھ رہ کر مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے کام کرنا ہے """

:::(4):::اکٹھے کھانے میں برکت ہے:::

ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ ُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ﴿طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ ::: دوآدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی (ہو جاتا) ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی (ہو جاتا) ہے﴾ مُتفقٌ علیہ ، صحیح البخاری /حدیث 5077 /کتاب الاطعمہ/باب 10، صحیح مُسلم/حدیث 2058/کتاب الأشربہ/باب 33،

اس حدیث مبارک میں آدمیوں کا جو عدد بیان فرمایا گیا ہے وہ پابندی کے لیے نہیں کہ اتنے ہی آدمیوں کا کھانا اتنے ہی آدمیوں کے لیے ہو گا بلکہ دیگر کئی اور آیات اور احادیث کی طرح یہ عدد مثال کے طور پر بیان گیا جس کا مفہوم یہ ہے اکٹھے مل کر کھانے سے اللہ تعالیٰ کھانے میں برکت دیتا ہے اور تھوڑا کھانا بھی زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے

::::::اس موضوع پر سنن ابن ماجہ میں ایک بہت ہی کمزور حدیث بھی روایت ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دوسرے بلا فصل خلیفہ أمیر المؤمنین عُمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿كُلُوا جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ :::سب مل کر (کھانا وغیرہ) کھایا کرو اور الگ الگ مت ہوا کرو کیونکہ بے شک اکٹھے رہنے میں برکت ہے﴾ ۔

:::(5):::اناج کو ٹھیک طور پر ماپنے میں برکت ہے:::

ابی ہُریرہ رضی اللہ عنہ ُ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ البَرَكَةَ فی السَّحُورِ و الكَيلِ :::بے شک اللہ نے سحری میں اور اناج کے درست ماپ تول میں برکت رکھی ہے﴾ مُسند الشامین/حدیث 724/باب أرطاۃ عن داؤد بن ابی ھِند، السلسلہ الاحادیث الصحیحہ/حدیث 1291،

:::(6):::علوم ءِ دِین کے عُلماء کے ساتھ میں برکت ہے:::

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿البَرَكَةُ مَعَ أكَابِرِكُم :::تُمہارے بڑوں کے ساتھ میں برکت ہے﴾ صحیح ابن حبان /حدیث 559، المعجم الاوسط للطبرانی/حدیث 8991، السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ/حدیث 1778،

اس حدیث مبارک میں لفظ """بڑوں""" سے مُراد، عُمر رشتے اور رُتبے میں سب ہی بڑے مُراد نہیں ہیں، بلکہ، صِرف نیکوکار إِیمان والے اور دِینی عُلوم کے عُلماء مُراد ہیں جیسا کہ امام عبدالرؤوف المناوی رحمہُ اللہ نے """تیسیر فی شرح الجامع الصغیر""" میں لکھا کہ """ المجربين للأمور المحافظين على تكثير الأجور فجالسوهم لتقتدوا برأيهم أو المُراد مَن له منصب العِلم وإن صَغر سِنه :::وہ لوگ (نیکی اور خیر والے) مختلف معاملات میں آزمائے ہوئے ہوں (کہ) وہ لوگ ثواب میں اضافے کی حفاظت (والے کام) کرتے (اور کرواتے) ہیں پس تُم لوگ اُن کے ساتھ بیٹھو تاکہ اُن کی رائے کی اقتداء کر سکو، یا، اِس

(حدیث میں بڑوں) سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کا (دِینی) عِلمی رُتبہ ہو خواہ وہ عُمر میں چھوٹے ہی ہوں"""

:::(7):::اللہ سے برکت کی دُعا کرنا:::

ہمارے رب سُبحانہُ و تعالیٰ کاإِرشاد گرامی ہے کہ ﴿وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلاً مُّبَارَكاً وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ:::اور کہو،اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ پر اتاریے اور سب سے زیادہ خیر سے اُتارنے والے ہیں﴾سورت المؤمنون(23)/آیت 29،

:::(8):::گھر میں داخل ہونے کی صورت میں سلام کرنا:::

اللہ پاک کافرمان ہے ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً:::اور جب تُم لوگ گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھر میں موجود) لوگوں پر سلام کہا کرو، (سلام) اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ دُعائے خیر ہے﴾سورت النور(24)/آیت 61،

:::(9):::رشتہ داری نبھانا:::

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کا اِرشاد ہے﴿مَن سرَّهُ أن يُبسَطَ لَهُ في رزقِهِ أو ينسأ لَهُ في رجاءِ فليَصل رَحِمهُ:::جو اِس بات سے خوش ہو کہ اُس کا رزق کھولا جائے اور اُس کی عُمر میں اِضافہ ہو تو وہ اپنے رشتوں کو جوڑے رکھے﴾ صحیح البُخاری/کتاب الادب/باب 12، صحیح مسلم/حدیث 2557/کتاب البر والصلۃ والآداب/باب 6،

:::(10):::سچ بولنا اور دھوکہ بازی نہ کرنا:::

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ﴿البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ ما لم يَتَفَرَّقَا فَإِن صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا في بَيعِهِمَا وَإِن كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَت بَرَكَةُ بَيعِهِمَا:::دو بااختیار خرید و فروخت کرنے والے (خرید و فروخت کر کے) الگ ہونے سے پہلے اگر صِدق والا معاملہ کریں گے تو اُنکے لیے اُنکی خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولتے ہیں اور (سامان کا عیب) چھپاتے ہیں تو اُنکی خرید و فروخت کی برکت مِٹا دی جاتی ہے﴾ صحیح البُخاری/کتاب البیوع/باب 44، صحیح مُسلم/کتاب البیوع/باب 11،

:::::::برکت والے اوقات:::::::

:::(1):::سحر کے وقت میں،اور صُبح کے وقت میں برکت ہے:::::::

صخر الغامدی رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا﴿اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا:::اے اللہ میری اُمت کی سحروں میں برکت عطاء فرما﴾،

حدیث بیان فرمانے والے صحابی صخر رضی اللہ عنہ کا ہی فرمان ہے کہ ﴿وكان إذا بَعَثَ سَرِيَّةً أو جَيْشًا بَعَثَهُمْ في أَوَّلِ النَّهَارِ:::اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کوئی جنگی مہم یا فوج کہیں بھیجا کرتے تھے تو صُبح کے وقت ہی بھیجا کرتے تھے﴾،

اور صخر رضی اللہ عنہُ سے روایت کرنے والے تابعی کا کہنا ہے کہ """صخر تاجر تھے اور اپنی تجارت کا مال صُبح صُبح اِرسال کیا کرتے تھے تو وہ خوب مالدار ہو گئے اور اُن کا مال بڑھ گیا""" سُنن ابن ماجہ /حدیث 2236/کتاب التجارات/باب 41، سنن ابی داؤد، اور دیگر کتب احادیث میں بھی یہ حدیث مبارک روایت ہے، اور امام الالبانی رحمہُ اللہ نے کہا یہ حدیث """ صحیح """ ہے، صحیح سنن ابن ماجہ /حدیث 1818،

اس کے علاوہ اسی سنن ابن ماجہ میں ایک اور صحیح روایت جو کہ عبداللہ ابن عُمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿اللَّهُمَّ بَارِك لِأُمتِي فِي بُكُورِهَا:::اے اللہ میری اُمت کی صُبح کے اوقات میں برکت فرمایے﴾ صحیح سنن ابن ماجہ/حدیث 1819،

یہاں تک تو بات نظر آتی ہے صرف دُعا کیے جانے کی، اس کے بعد یہ بھی بتا دِیا گیا کہ یہ دُعا قُبول ہوئی، جیسا کہ ابوہُریرہ اور عبداللہ ابن عُمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿بُورِكَ لِأُمتِي فِي بُكُورِهَا::: میری اُمت کے لیے اُس کے صُبح کے اوقات میں برکت دی گئی ہے﴾ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہُ/حدیث 2841،

اِمام ابن حَجر العسقلانی رحمہُ اللہ کا کہنا ہے کہ """کچھ حفاظ یعنی حدیث شریف کے حفاظ أئمہ (رحمہم اللہ) نے اِس حدیث (شریف) کی مختلف روایات جمع کیں ہیں تو یہ حدیث (شریف) بیس مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی (ملتی) ہے"""۔

:::(2):::ماہِ رمضان میں برکت ہے:::::::

ابوہُریرہ رضی اللہ عنہُ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ الله عز وجل عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فيه أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فيه أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيه مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ فِيه لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِن أَلْفِ شَهْرٍ مَن حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ::: تُم لوگوں کے پاس برکت والا مہینہ رمضان آیا ہے، اللہ عز وجل نے اس مہینے کے روزے رکھنا فرض کیا ہے، اِس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور اِس مہینے میں سر کش شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے زیادہ خیر والی ہے جس پر اُس رات کی خیر روک دی گئی تو وہ (ہر خیر سے) روک ہی دیا گیا﴾ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہُ/حدیث 55،

رمضان کو دی گئی برکتوں اور رحمتوں کو جاننے کے لیے """ماہ رمضان اور ہم""" کا مطالعہ فرمایے، اِن شاء اللہ فائدہ مند ہو گا، """ماہ رمضان اور ہم""" کا مطالعہ درج ذیل ربط پر کیا جا سکتا ہے :

http://bit.ly/18cMpsG

:::(3):::لیلۃ القدر میں برکت ہے:::::::

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورت القدر میں ہمیں بتایا ہے کہ اُس نے اپنی کتاب مُبارک قران کریم قدر والی رات (لیلۃ القدر) میں نازل فرمایا ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ :::بے شک ہم نے قُران کو قدر والی رات میں نازل فرمایا﴾ سورت

القدر (97)/پہلی آیت،اور اِس رات کے مُبارک یعنی برکت والی ہونے کی خبر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ :::بے شک ہم نے قُران کو برکت والی رات میں نازل فرمایا﴾ سورت الدُخان (44)/آیت 3،

:::(4):::عشرہ ذی الحج میں برکت ہے:::::::

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ما العَمَلُ في أَيَّامٍ العشر أَفْضَلَ مِن العَمل في هَذهِ:::(ذی الحج کے) دِس دِنوں میں کیے جانے والوں کاموں سے بڑھ کر کوئی اور کام افضل نہیں ہے﴾

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا """ ولا الْجِهَادُ:::جہاد بھی نہیں؟ """

اِرشاد فرمایا ﴿ولا الْجِهَادُ إلا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فلم يَرْجِعْ بِشَيْءٍ:::جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اِس کے کہ کوئی شخص اپنی جان اور مال دونوں ہی لے کر جائے اور کچھ بھی واپس نہ آئے﴾ صحیح البُخاری/حدیث 926 /کتاب العیدین/باب 11،

ماہ ذی الحج کے بارے میں مزید معلومات ، اور عُمرہ اور حج کے طریقے بارے میں اور اہم مسائل کے لیے """ماہ ذی الحج اور ہم """کا مُطالعہ اِن شاء اللہ فائدہ مند ہو گا،

:::(5):::دونوں عیدوں کے دونوں دِنوں میں برکت ہے:::::::

اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے ((((كنا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يوم الْعِيدِ حتى نُخْرِجَ الْبِكْرَ من خِدْرِهَا حتى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ الناس فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذلك الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ:::ہمیں حکم دِیا جاتا تھا کہ ہم عید والے دِن (نماز) کے لیے (گھروں سے) نکلیں (بلکہ) یہاں تک (حکم دِیا جاتا تھا) کہ کنواری لڑکیوں کو بھی اُن کی پردہ گاہوں سے نکال (کرساتھ) لائیں،(اور) یہاں تک (بھی) کہ ماہواری کی حالت والیوں کو بھی (ساتھ لائیں) کہ وہ (نماز میں تو شامل نہ ہوں گی لیکن) لوگوں کی صفوں کے پیچھے رہیں اور اُن سب کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر بلند کریں اور اُن سب کی دُعاؤں کے ساتھ دُعائیں کریں،اُس دِن کی برکت اور اُس دِن کی (یعنی اُس میں ملنے والی) پاکیزگی کے حصول کی اُمید میں (یہ حکم اور یہ عمل) کیا جاتا تھا)))) صحیح البُخاری/حدیث 928/کتاب المناسک/باب 12،

::::::::برکت والے مقامات (جگہیں) ::::::

:::(1):::بیت اللہ،مسجد الحرام مُبارک ہے:::

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً:::بے شک سب پہلا (زمین پر اللہ کا) جو گھر لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو برکت والے مکہ میں ہے﴾ سورت آل عُمران (3)/آیت 96،

:::(2):::مدینہ المنورہ برکت والا شہر ہے:::

انس بن مالک رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ جہادِ خیبر سے واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مدینہ المنورہ کے پاس پہنچے تو یہ دُعا فرمائی ﴿اللَّهُمَّ إني أُحَرِّمُ ما بين لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ ما حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُم في مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ:::اے اللہ میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان والے حصے کو مکہ میں ابراہیم (علیہ السلام) والے حرم کی طرح حرام قرار دیتا ہوں ، اے اللہ اِن (یعنی مدینے والوں) کے پانی اور اناج کے پیمانوں میں برکت دے﴾ صحیح البُخاری/حدیث 2736/کتاب الجھاد والسیر/باب 73،

اور فرمایا ﴿اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ ما بِمَكَّةَ من الْبَرَكَةِ:::اے اللہ مکہ میں جو برکت ہے مدینے میں اُس سے دو گنی برکت دے دے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 1369/کتاب الحج/باب 85،

مدینہ المنورہ کے لیے کی گئی یہ دُعائیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے یا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے تک کے لیے ہی نہیں ہیں ، بلکہ ہمیں دیگر احادیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مدینہ المنورہ کو تا قیامت حُرمت عطاء فرمائی گئی اور برکت عطاء فرمائی گئی ، مثلاً :::

عبداللہ ابن عُمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ﴿مَن صَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهَا كُنتُ لَهُ شَفِيعًا أو شَهِيدًا يوم الْقِيَامَةِ:::جس نے مدینہ (میں رہتے ہوئے خود پر آنے والی مدینہ) کی فاقہ کشیوں پر صبر کیا تو میں قیامت والے دِن اُس شخص کی سفارش کروں گا یا اُس شخص کا گواہ ہوں گا﴾ صحیح مُسلم /حدیث 1377/کتاب الحج/باب 86،

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ﴿لَا يَصْبِرُ على لَأْوَاءِ الْمَدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ من أُمَّتِي إلا كنت له شَفِيعًا يوم الْقِيَامَةِ أو شَهِيدًا:::میری اُمت میں سے جو کوئی بھی مدینہ کی فاقہ کشیوں اور سختیوں پر صبر کرے گا میں قیامت والے دِن اُس شخص کی سفارش کروں گا یا اُس شخص کا گواہ ہوں گا﴾ سابقہ حوالہ ، حدیث 1378،

:::(3):::مسجد اَقصیٰ کے اِرد گرد کا علاقہ یعنی سر زمینِ فلسطین بابرکت ہے:::

﴿الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِى بَارَكْنَا حَوْلَهُ:::مسجد اَقصیٰ کے اِد گرد کو ہم نے با برکت بنایا﴾ سورت الِاسراء (بنی اِسرائیل 17)/پہلی آیت۔

:::(4):::سر زمینِ شام برکت والی ہے:::

﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُواْ يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا:::اور جو لوگ کمزور تھے ہم نے اُنہیں اُس زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دِیا جس زمین میں ہم نے برکت دی﴾ سورت الاعراف (7)/آیت 137،

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً:::اور ہم نے اُن کے اور اُن بستیوں (یعنی سر زمینِ

شام کی اُن بستیوں) کے درمیان جن بستیوں میں ہم نے برکت دی واضح (ایک دوسرے کے قریب قریب)بستیاں بنا دیں﴾سورت سبأ(34)/آیت 18،

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطاً إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ:::اور ہم نے لُوط کو اُس زمین کی طرف نجات دی جِس زمین کو ہم نے دونوں جہانوں کے لیے برکت دی﴾سورت الأنبیاء(21)/آیت 71،

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ:::اور سُلیمان کے لیے (ہم نے مُسخر کی) تیز و تند ہوا جو سُلیمان کے حُکم سے اُس زمین کی طرف چلتی تھی جس زمین کو ہم نے برکت دی اور ہم ہر ایک چیز کا عِلم رکھتے ہیں﴾سورت الأنبیاء(21)/آیت 81،

ان تمام آیات میں﴿الأرض التی بارکنا فِیھا:::وہ زمین جِس میں ہم نے برکت دی﴾سے مُراد سر زمین ءِ شام ہے جسے اب سوریہ اور انگریزی میں Syria کہا جاتا ہے ،

تفاسیر کی معتبر کتابوں میں اس بارے میں کافی تفاصیل میسر ہیں ، اور اس بارے میں روایت شدہ احادیث کے بارے میں الگ سے بھی کچھ کتب موجود ہیں اور ان میں سے صحیح اور سقیم کی تخریج بھی موجود ہے ، اپنے موضوع تک محدود رہتے ہوئے میں اُن احادیث کا ذکر نہیں کروں گا ، تفصیلات کے طالب اُن کتابوں کا ، اور تفاسیر کا مطالعہ کر کے اِن شاء اللہ تشفی بخش معلومات حاصل کر سکتا ہے ۔

::::::: ہو سکتا ہے کسی ذہن میں یہ سوال آئیں کہ اگر شام و فلسطین کی زمین بابرکت ہے تو وہاں مسلمانوں کے ساتھ وہ کچھ کیوں ہو رہا ہے جو ہم ایک عرصے سے سنتے اور دیکھتے چلے آ رہے ہیں؟ وہاں آباد مُسلمان برکت سے محروم کیوں ہیں ؟ اور خانہ بربادی اور کسمپرسی کی حالت میں کیوں ہیں ؟

تو اس کا جواب دو زاویوں سے میسر ہے ،

::: (1) ::: جو کہ پہلے آغاز میں بیان کیا گیا کہ اللہ جس کے لیے ، جس چیز میں جس وقت جتنی اور جیسی اور جب تک چاہے برکت دے یا نہ دے ،

::: (2) ::: اللہ کی طرف سے برکت کے حصول کے اسباب میں سے لازمی سبب اللہ کی رضا مندی حاصل ہونا ہے ، کیا ہم اجتماعی طور پر ہم مُسلمانوں ، اور اُن علاقوں میں بسنے والے مُسلمانوں کے اعمال ایسے ہیں جو اللہ کی رضا والے ہوں اور اتنے ہوں کہ ہمیں اللہ کی طرف سے وہ برکت میسر ہو سکے جس کا اللہ نے ذِکر فرمایا ہے ؟

اس کا یقینی جواب """ نہیں """ ہے ، اور یہی اِس سوال کا جواب بھی ہے کہ آج وہاں آباد مُسلمان برکت سے محروم کیوں ہیں ؟ اور خانہ بربادی اور کسمپرسی کی حالت میں کیوں ہیں ؟

::::::: ایک ممکنہ شک یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ، اب وہ برکت نہ رہی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی گذرے ہوئے زمانے کے بارے میں اُس سر زمین کو بابرکت بنانے کی خبر دی ہے ،

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس صورت میں ہی ممکن تھا جب اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی طرف سے اس

برکت کے ختم کیے جانے یا ختم ہو جانے کی بھی کوئی خبر ہوتی، چونکہ ایسی کوئی خبر نہیں، بلکہ صحیح احادیث میں سر زمینِ شام کے فضائل میسر ہیں لہٰذا یہ شک، محض ایک شک ہی ہے۔

:::(5):::ساری زمین مخلوق کے لیے عام برکت والی ہے:::

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا:::اور اللہ نے زمین کے اوپر سے پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت دی﴾ سورت فُصلت (حٰم سجدہ41)/آیت 10،

اِس آیت شریفہ میں مذکور برکت کو اسلامی شرعی اصطلاحی برکت نہیں سمجھیں گے بلکہ لغوی برکت کے مفہوم میں سمجھا جائے گا کہ یہ اِنسان، جنات اور حیوان متحرک اور جامد تمام مخلوق کے لیے عام برکت کا ذِکر ہے جس کے سبب مخلوق کی فطری ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

:::::::ناجائز تبرک:::::::

ایسے مقامات جہاں حرام و ناجائز کام ہوتے ہوں، وہاں برکت نہیں ہوتی، خواہ وہ کام اِسلام کے نام پر کیے جاتے ہوں، یا، بزرگوں اور نیک لوگوں سے عقیدت کے نام پر کیے جاتے ہوں، جیسا کہ عموماً کچھ واقعتاً نیکو کارإیمان والوں، اور اکثر نام نہاد نیک اور ولی نُما لوگوں کی قبروں اور مزاروں پر کیے جاتے ہیں، اور لوگ اُن قبروں اور مزاروں کو متبرک سمجھتے ہیں اور اُن قبروں میں دفن کیے گئے مُردوں سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں،

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے خبر کے بغیر کسی شخصیت، کسی مُقام، کسی چیز کے بارے میں یہ خیال رکھنا کہ وہ برکت والی ہے، بالکل غلط اور ناجائز ہے،

اگر کسی شخصیت، مُقام یا چیز میں سے اللہ کے دِین اور مُسلمانوں کو دینی اور دُنیاوی فائدہ ملتا ہو، جیسا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا کوئی مُسلمان، ذاتی آراء اور فلسفے اور علم الکلام وغیرہ کا بِگار لگائے بغیر دِین کی تعلیم دینے والا کوئی عالم، اللہ کی راہ میں اپنی جان، مال، عِلم، وقت کے ذریعے جِہاد کرنے والا کوئی مجاھد، وغیرہ،

تو ایسے لوگوں کو بابرکت سمجھنا دُرست ہے، اور اُن سے تبرک حاصل کرنے کا طریقہ اُس خیر کو حاصل کرنے کی کوشش ہے جو خیر اللہ سُبحانہ ُ و تعالیٰ اُن کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچاتا ہے، نہ کہ اُن لوگوں کے جسموں اور اُن سے متعلق چیزوں کو چھونے، چُومنے چاٹنے یا اپنے ساتھ لگانے لپٹانے وغیرہ سے وہ برکت حاصل کی جاسکتی ہے، یہ سب کام ناجائز ہیں، ایسا کرنے کی کوئی دلیل ہمیں اللہ کی کتاب کریم اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سُنّت شریفہ میں نہیں ملتی،

یہاں ایک بات پھر دہراتا چلوں کہ نبیوں اور رُسولوں علیہم السلام کا معاملہ باقی تمام تر اِنسانوں سے الگ تھا، کہ نبیوں اور رُسولوں علیہم السلام کی ذاتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مستقل برکت عطاء فرمائی گئی تھی، جو کہ اُن کے عِلاوہ کسی اور کو عطاء نہیں ہوئی، لہٰذا انبیاء اور رُسل علیہم السلام کے مبارک وطاہر اجسام سے برکت حاصل کرنے کو کسی غیر نبی، اور غیر رسول کے اجسام یا اُن سے متعلق چیزوں سے برکت حاصل کرنے کی دلیل بنانا قطعاً غلط ہے بلکہ حماقت ہے۔

مختلف چیزوں اور مقامات کو بذات خود مستقل طور پر بابرکت، متبرک سمجھنے کے بارے میں کئی فلسفے ملتے ہیں، اُن میں سے ایک حجر اسود کے بارے میں بھی ہے، جن کے بارے میں مجھے چند روز پہلے خبر ملی، میں نے اُن کا مطالعہ کیا،
حجر اسود کے بارے میں کافی عرصہ پہلے کچھ باتیں میں نے اپنی کتاب """ عُمرہ اور حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے طریقے پر """ میں لکھی تھیں، چند روز پہلے ملی پڑھی ہوئی معلومات کی وجہ سے میری بیان کردہ سابقہ معلومات میں کچھ اضافے ساتھ انہیں یہاں لکھ رہا ہوں، کیونکہ یہ براہ راست اِس مضمون کے موضوع سے متعلق ہیں، بغور مطالعہ فرمایے :::

"""""" کچھ لوگ، اپنے غلط عقائد، جن کی کوئی صحیح دلیل انہیں نہ تو اللہ کی کتاب کریم قران حکیم سے میسر ہے، اور نہ ہی اللہ کے خلیل، اللہ کے آخری رسول، اللہ کی طرف سے آخری معصوم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ تعلیمات سے، اور نہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے،
جی، تو کچھ لوگ جو اِسلام سے منسوب بھی ہیں، اپنے غلط عقائد کو دُرست دِکھانے کے لیے غلط حرکات کرتے رہتے ہیں، چند روز پہلے ایک بھتیجے نے ایسی ہی حرکات میں سے ایک حرکت کے بارے میں بتایا،
جِس کے ذریعے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ اور ہمارے یعنی مؤمنین کے دُوسرے بلا فصل أمیر عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کے، حَجر اسود کے بارے میں فرمائے گئے ایک فرمان مُبارک کو، رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے چوتھے بلا فصل خلیفہ اور ہمارے یعنی مؤمنین کے چوتھے بلا فصل أمیر علی رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ سے منسوب ایک قول کے مُطابق غلط دِکھانے کی کوشش کی،
پہلے تو حَجر اسود کے بارے میں کچھ معلومات ذِکر کرتا ہوں، جو اِن شاء اللہ فائدہ مند ہوں گی، اور ہم مؤمنین اہل سُنّت والجماعت کے عقائد کو واضح کرنے والی ہیں، یہ معلومات تقریباً دس سال پہلے میں نے """ عُمرہ اور حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے طریقے پر """ میں درج کی تھیں، وللہ الحمد،
"""""" ::::::: حجرِ أسود کی، اور اُس کو چُھونے کی بڑی فضیلت ہے،
جیسا کہ حَجر اسود، اور رُکن الیمانی کے بارے میں ہمارے محبوب، خلیل اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یہ بھی اِرشاد فرمایا

((((إِنَّ مَسْحَهُمَا يَحُطَّانِ الْخَطِيئَةَ :::اِن دونوں کو چُھونا، (اللہ کی مشیئت اور حکم سے) خطاؤں کو مٹاتا ہے))))
سُنن النسائی/حدیث 2932/کتاب مناسک الحج/باب 134، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا،
اور حَجر اسود کے بارے میں یہ بھی اِرشاد فرمایا ہے کہ ((((نَزَلَ الْحَجَرُ الأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ ::: کالا پتھر (حَجر اسود) جنّت سے اترا تو ہو بہو دُودھ سے زیادہ سُفید تھا، لیکن اُسے آدم کی اولاد کی غلطیوں نے کالا کر دِیا)))) سُنن الترمذی/ حدیث 959، 886/کتاب الحج/باب 49 مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْحَجَرِ الأَسْوَدِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا،

صحیح ابن خزیمہ /حدیث 2733/کتاب المناسک/باب 182 کی روایت میں """دودُھ کی جگہ، برف ذِکر ہے"""، اِس روایت کو ڈاکٹر شیخ محمد مصطفیٰ الاعظمی نے حَسن قرار دِیا ہے،

اور حَجرِ اسود کے بارے میں یہ خبر بھی عنایت فرمائی ہے کہ (((((وَاللَّهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ:::اللہ کی قسم، یقیناً اللہ قیامت والے دِن اُسے (یعنی حَجرِ اسود) کو (اِس طرح) لائے گا کہ اُس کی دو آنکھیں ہوں گی جِس سے وہ دیکھے گا، اور بولنے والے زُبان ہو گی (اور) وہ ہر اُس شخص کے بارے میں گواہی دے گا جِس نے حق کے ساتھ اُسے چُھویا ہوگا)))))سُنن الترمذی/ حدیث 959 ،877/کتاب الحج/باب 113 مَا جاءَ فِی الحَجَرِ الأَسوَدِ،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا، صحیح ابن خزیمہ/حدیث 2733،2736/کتاب المناسک/باب 184،185،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے کہا پہلی روایت صحیح لغیرہ ، اور دوسری صحیح ، مُستدرک الحاکم /حدیث 1680/اول کتاب المناسک، مُسند احمد/حدیث 190۔

:::::: حجرِ اسود، اور اُسے چُھونے چُومنے کے بارے میں اَہم باتیں ::::::

معزز قارئین، یقیناً حجر اسود کی بڑی فضیلت ہے، اور عمرے اور حج کے طواف میں اُسے دُرست عقیدے اور طریقے سے چُھونے کا، اِن شاء اللہ قیامت والے دِن فائدہ بھی ہو گا،

لیکن یہ معاملہ کہیں زیادہ اہم ہے کہ یہ سب کام سُنّت کے درجے میں ہیں اور کِسی مُسلمان کو اذیت پُہنچانا حرام ہے لہذا اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ حجرِ اَسود کو چُھونے اور چُومنے کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے کِسی حرام کام کا شکار نہ ہو جائیں، اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دُوسروں کو تکلیف دینے سے باز رہنے کا حُکم دِیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے حج کے مناسک کی ادائیگی کے دوران خاص طور پر یہ حُکم فرمایا گیا کہ کِسی کو تکلیف نہ پہنچائی جائے،

اور یہ بھی کہ یہ جو احادیث شریفہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت والے دِن اِس حجر اسود کو بولنے کی طاقت عطاء فرمائے گا، اور وہ ہر اُس شخص کے بارے میں میں گواہی دے گا جِس نے دُرُست عقیدے اور طریقے کے مطابق اُسے چُھویا ہو گا، تو اِن احادیث شریفہ میں سے کِسی بھی طور یہ سبق یا دلیل نہیں ملتی کہ حجر اسود بذات خود کوئی متبرک چیز ہے، یا بذات خود کِسی کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے، جیسا کہ کچھ لوگ برکت، تبرک اور متبرکات وغیرہ کو خود ساختہ فلسفوں کے مطابق سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کالا پتھر بذات خود ایک بابرکت چیز ہے اور اس کو تبرکاً چھونا چاہیے، اور یہ کِسی کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے،

حق بات وہی ہے جو اللہ کے ایک سچے ولی اور انبیاء اور رسولوں کے بعد بلند ترین رتبے والوں میں سے دُوسرے نمبر والے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ ، اور اِیمان والوں کے دوسرے بلا فصل اَمیر عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ نے اِرشاد فرمایا کہ :::

"""إِنِّي لأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ::: میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تُم ایک پتھر ہو اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ کوئی نقصان ، اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں چُومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہیں نہیں چُومتا"""، (صحیح البخاری/کتاب الحج/باب 50 ما ذُكِر في الحَجر الاسود)،

دُوسری روایت میں ہے کہ """ وَاللَّهِ إِنِّي لأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ ::: اللہ کی قسم میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تُم ایک پتھر ہو اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ کوئی نقصان ، اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں چُھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہیں نہیں چُھوتا""" (صحیح البخاری/کتاب الحج/باب 57 الرمل فی الحج والعمرۃ)،

میرے اِیمان والے مؤمن بھائیو، اور مؤمنات بہنو، خوب اچھی طرح سے سمجھ رکھیے کہ ہمارے دوسرے بلا فصل خلیفہ اور اُمیر رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ نے اپنے اِس حق فرمان میں ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ اِن چیزوں اور اِن مقامات میں اپنی کوئی صلاحیت یا برکت نہیں، اور نہ ہی کسی بھی چیز کے بارے میں نفع مند یا نقصان دہ ہونے کی بات کو اللہ یا اُس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے خبر کے بغیر مانا جا سکتا ہے ،

اور چونکہ حَجرِ اسود کے بارے میں اُس کے بابرکت ہونے ، یا کسی طور فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے کی کوئی خبر نہیں اِس لیے یہ حق اعلان فرمایا کہ اللہ کی قسم میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تُم ایک پتھر ہو اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ کوئی نقصان ، اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں چُھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہیں نہیں چُھوتا ،

اور نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے صِرف اتنا اور وہی کام کیا جو اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کیا تھا ، اپنی طرف سے کوئی فلسفے بنا کر کسی چیز یا کام کو کوئی ایسا مقام یا رُتبہ نہیں دِیا جِس کی قران کریم اور صحیح حدیث شریف میں سے کوئی دلیل نہ ہو ،"""""،

اقتباس ختم ہوا،،،،،

کسی نے ، ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ اور ہمارے دُوسرے بلا فصل اُمیر عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کے اِس منقولہ بالا فرمان مبارک کو غلط دِکھانے کی کوشش میں ایک مضمون لکھ مارا اور اُس مضمون کے آغاز میں یہ روایت نقل کی کہ :::

"""عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ الطَّوَافَ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ ، فَقَالَ: " إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ ثُمَّ قَبَّلَهُ "

فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّهُ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ، قَالَ: بِمَ؟ قَالَ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: وَأَيْنَ ذَلِكَ مِنْ كِتَابِ اللهِ؟، قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: **وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ** ، الیٰ قوله:بَلَى، خَلَقَ اللهُ آدَمَ وَمَسَحَ عَلَى ظَهْرِهِ فَقَرَّرَهُم بِأَنَّهُ الرَّبُّ وَأَنَّهُمُ الْعَبِيدُ، وَأَخَذَ عُهُودَهُمْ، وَمَوَاثِيقَهُمْ وَكَتَبَ ذَلِكَ فِي رَقٍّ(فی رق: و الرق بالفتح : الجلد یکتب فیه و الکسر لغة قلیلة و قرأبها بعضهم فی قوله تعالی:"فی رق منشور". انتهی-(1/321)المصباح المنیر-ب) وَكَانَ لِهَذَا الْحَجَرِ عَيْنَانِ وَلِسَانَانِّ، فَقَالَ : افْتَحْ فَاكَ، فَفَتَحَ فَاهُ فَأَلْقَمَهُ ذَلِكَ الرَّقُّ، فَقَالَ: اشْهَدْ لِمَنْ وَافَاكَ بِالْمُوَافَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَلَهُ لِسَانٌ ذَلْقٌ يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهُ بِالتَّوْحِيدِ"، فَهُوَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَعِيشَ فِي قَوْمٍ لَسْتُ فِيهِمْ يَا أَبَا الحَسَنِ"""،

اور اس روایت کے غلط حوالہ جات دیتے ہوئے اِس روایت کو امام بخاری رحمہُ اللہ کی تاریخ میں منقول لکھا، اور اس کے علاوہ یہ بھی لکھ مارا کہ اسے ترمذی، نسائی، طبرانی، امام بیہقی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے،

لیکن کوئی تفصیلی حوالہ نہیں دِیا، اِس قِسم کے مجھول حوالہ جات دیکھ کر ہی بات کی دُرستگی اور سچائی کا انداز ہو جاتا ہے، پھر بھی ہم اِس قول کو چھان بین کے نتائج کا مطالعہ کرتے ہیں، تا کہ اِن شاءاللہ قارئین کرام کسی دھوکہ دہی کا شِکار نہ ہو سکیں،

قارئین کرام، یہ قول مجھے تو امیر المؤمنین فی الحدیث، امام محمد بن اِسماعیل البخاری کی تاریخ الکبیر، تاریخ الاوسط، اور تاریخ الصغیر میں کہیں نہیں مل سکا،

اور اسی طرح یہ قول سُنن الترمذی، سُنن النسائی، معجم الکبیر للطبرانی، معجم الاوسط للطبرانی، معجم الصغیر للطبرانی میں کہیں دریافت نہیں ہو سکا، بلکہ اِن کتابوں میں رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ اور ہمارے دُوسرے بلا فصل اَمیر عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ واَرضاہُ کا وہی قول مذکور و منقول ہے جس میں ہمیں صحیح عقیدے کا درس دِیا گیا ہے،

جی یہ منقولہ بالا روایت ،امام البیہقی رحمہُ اللہ نے """شعب الایمان / کتاب المناسک / باب 3فضیلۃ الحجر السود، والمقام، والاستلام والطواف بالبیت، والسعی بین الصفا والمروۃ"""، میں روایت کی ہے،

اور اِمام الحاکم رحمہُ اللہ نے """المستدرک علی الصحیحین /حدیث 1682/اول کتاب المناسک، میں سے حدیث 73""" میں روایت کی ہے،

اِمام البیہقی رحمہُ اللہ کی روایت کی سند یہ ہے :

""" أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْعَدْلُ، مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْكَيْلِينِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ"""،

اور إمام الحاکم رحمہُ اللہ کی روایت کی سند یہ ہے :

"""أَخْبَرْنَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْعَدْلُ، مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْكِيلِينِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو الْعَدَنِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ"""،

غور فرمایے قارئین کرام، دُونوں کی سند تقریباً ایک ہی ہے، بس إمام الحاکم کی سند کے آغاز میں ایک راوی زیادہ ہے، اور دونوں کی سند میں """ابو ھارون العبدی""" نامی راوی مشترک ہے، جس کا پورا نام "عمارۃ بن جوین، ابو ھارون العبدی" ہے،

اس راوی کو محدثین کرام نے """غیر قوی، یعنی نا قابل اعتماد، اور جھوٹا اور شیعی"""قرار دِیا ہے،

خود إمام البیھقی رحمہُ اللہ نے """شعب الایمان""" میں یہ روایت ذِکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :::

"""قَالَ الشَّيْخُ أَحْمَدُ: "أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ غَيْرُ قَوِيٍّ::: شیخ احمد کا کہنا ہے کہ ابو ھارون العبدی مضبوط (یعنی قابل اعتماد) نہیں ہے"""،

::::::: إمام العینی رحمہُ اللہ نے """عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری/کتاب الحج/باب ما ذُکر فی الحجر الاسود""" میں کہا ہے کہ """وفي سنده أبو هارون عمارة بن جوين ضعيف:::اِس کی سند میں ابو ھارون بن جوین ہے جو ضعیف ہے"""،

::::::: امام السیوطی رحمہُ اللہ نے بھی """شرح النسائی/حدیث 2938""" کی شرح میں مستدرک الحاکم کی اِس روایت کو """ضعیف"""قرار دِیا ہے، خیال رہے کہ یہ روایت """سُنن النسائی"""میں نہیں ہے، بلکہ امام السیوطی رحمہُ اللہ نے اسے سُنن النسائی کی شرح میں مستدرک الحاکم کے حوالے سے مختصراً ذکر کیا ہے،

::::::: اس روایت کے بارے میں امام حافظ ابن العربی المالکی رحمہُ اللہ نے """عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی/ابواب الحج/باب فضل الحجر الاسود""" میں کہا کہ """ليس له اصل ولا فصل فلا تشغلوا به لحظه:::اِس روایت کی کوئی اصل نہیں لہذا اس میں خود کو مشغول مت کرو"""،

اِس کے علاوہ دیکھیے:::إمام شمس الدین الذھبی رحمہُ اللہ کی """ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين، ترجمہ رقم 3000"""،

اور امام ابن سعد کی """طبقات الکبریٰ/ترجمہ رقم 3190"""،

اور تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے إمام شمس الدین الذھبی رحمہُ اللہ کی """میزان الاعتدال/ترجمہ رقم 6018"""،

لہذا سند کے اعتبار سے یہ روایت نا قابل اعتبار اور نا قابل حجت ہے، اور یوں بھی اس میں جو کچھ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہُ سے منسوب کیا گیا ہے وہ کسی عام سے مؤمن سے متوقع نہیں، چہ جائیکہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہُ کے بارے میں اُسے مانا جائے،

یہ روایت اُن لوگوں کی کاروائی ہے جو ہر معاملے میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین عمر الفاروق سے اعلیٰ دِکھانا چاہتے ہیں، لیکن شاید انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ اس روایت میں علی رضی اللہ عنہُ نے عمر الفاروق رضی اللہ عنہُ کو امیر المؤمنین مانا ہے، مگر علی رضی اللہ عنہُ کی محبت اور شیعیت کا راگ الاپنے والے عمر الفاروق رضی اللہ عنہُ کو امیر المؤمنین نہیں مانتے اور اپنی

اس باطل ضد کو دُرست دکھانے کے لیے اپنے ہی امام رضی اللہ عنہُ کو بھی """تقیہ""" کرنے والے بنانے پر لگ جاتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ،

خیر، اِس وقت میرا موضوع لوگوں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہُ اور اُن کے اہل خانہ و اولاد سے نام نہاد محبت نہیں، بلکہ اُس غلط روایت کی حقیقت واضح کرنا ہے جِسے لوگ اپنے باطل عقائد کی دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں،

آخر میں گذارش ہے کہ، جو کچھ ہمارے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ، ہمارے دُوسرے بلا فصل اُمیر عُمر الفاروق نے اپنے اِس قول میں اِرشاد فرمایا ہے، اُس کی جو شرح میں نے اپنی کتاب میں سے اقتباس کے طور پر پیش کی ہے، تقریباً وہی کچھ امام البیہقی رحمہُ اللہ نے بھی اپنی """شعب الایمان""" میں اِسی کمزور سند والی کمزور نا قابل حجت روایت کے بعد اِن الفاظ میں لکھی ہے کہ:::

"""قَالَ الشَّيْخُ أَحْمَدُ: "أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ غَيْرُ قَوِيٍّ فَإِنْ صَحَّ فَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ قَدْ عَبَدَ الْحَجَرَ فَحِينَ أَهْوَى إِلَى الرُّكْنِ كَأَنَّهُ هَابَ مَا كَانَ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَرَّأَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سِوَى اللهِ تعالى وَأَخْبَرَهُ بِأَنَّهُ حَجَرٌ لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ يُرِيدُ مَا كَانَ عَلَى هَيْئَتِهِ حَجَرًا وَإِنَّهُ إِنَّمَا يَقَبِّلُهُ مُتَابَعَةً لِلسُّنَّةِ.

وَقَوْلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّهُ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ يُرِيدُ بِهِ إِذَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ حَيَاةً وَأَذِنَ لَهُ فِي الشَّهَادَةِ وَذَلِكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ بِخَبَرِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ عِنْدَهُ فِي ذَلِكَ خَبَرٌ فَأَخْبَرَ بِهِ فَقَبَّلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا::: شیخ احمد کا کہنا ہے کہ، ابو ھارون العبدی مضبوط (یعنی قابل اعتماد) نہیں، اگر یہ (بات) صحیح ثابت ہوتی ہو تو (پھر اِس کا مفہوم یہ ہے کہ) اُمیر المؤمنین عُمر رضی اللہ عنہُ چونکہ (اِسلام سے پہلے اِس کالے) پتھر کی عبادت کرتے تھے، پس جب وہ (حجر اسود والے) کونے کے پاس پہنچے تو اِسلام سے پہلے والے زمانے میں اُن پر پائے جانے والے خیالات کی وجہ سے (دوسروں کے لیے عقائد میں غلطی کا) اندیشہ محسوس کیا لہذا اللہ تعالیٰ کے عِلاوہ ہر چیز سے بری الذمہ ہوتے ہوئے یہ خبر دِی کہ یہ حجر اسود تو محض ایک پتھر ہے، اپنے پتھر ہونے کی صُورت اور کیفیت میں کسی کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور وہ اِس پتھر کو صِرف (نبی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کی سُنّت کی پیروی کرتے ہوئے چُوم رہے ہیں،

اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہُ کا فرمان کہ یہ پتھر نقصان اور فائدہ دیتا ہے تو اُن کی مُراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اِس پتھر کو زندگی دے گا اور اِسے گواہی دینے کی اجازت دے گا (تو یہ پتھر فائدہ یا نقصان دینے والا ہو جائے گا) اور یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خبر کے ذریعے جانی، اور اِس معاملے کے بارے یہ خبر اُن (یعنی اُمیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہُ) کے پاس تھی لہذا اُنہوں نے یہ خبر (اُمیر المؤمنین) عُمر (رضی اللہ عنہُ) کو دِی تو اُنہوں نے (یعنی اُمیر المؤمنین عُمر رضی اللہ عنہُ) نے حجر اسود کو چُوما، اللہ اُن دونوں پر راضی ہوا"""

لہذا یہ واضح ہے اور الحمد للہ صدیوں پہلے کے اَئمہ کرام رحمہم اللہ کے بیان سے واضح ہے کہ ہمارے اُمیر المؤمنین عُمر الفاروق یہ حجر اسود کے بارے میں کہا ہوا قول توحید خالص کا ایک سبق ہے، اور کسی بھی چیز کی کسی فضیلت کی بنا پر اُس چیز کے لیے اُس فضیلت سے بڑھ کچھ بھی اور ماننے کو غلط ثابت کرنے والا ہے، پس مُبارک اور متبرک وہی چیز، مُقام یا لوگ مانے جا سکتے ہیں

جِس کے بارے میں اُن کے بابرکت ،مُبارک یا متبرک ہونے کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ یا اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے ثابت ہو ،

محترم قارئین ، دیکھ لیجیے کہ اگر اس روایت کو دُرست بھی مان لیا جائے تو بھی صدیوں پہلے ہمارے أئمہ کرام رحمہم اللہ کی طرف سے اِس میں ہمارے دونوں اُمیروں کی بہترین فقہ اور خالص توحیدی عقیدے کے مطابق شرح پیش کی جاچکی ہے ، جو کسی بھی قِسم کے غلط عقیدے کو رد کرنے والی ہے ، وللہ الحمد ،

::: قبروں پر مسح کرنے ،اور قبروں سے تبرک پانے کا عقیدہ رکھنے والوں کی ایک دلیل کا تحقیقی جائزہ :::

::: مروان بن الحکم ،اور ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہُ کے مابین ہونے والے واقعے کی تحقیق و تخریج :::

ہمارے کچھ کلمہ گو بھائی اور بہنیں اولیاء اور صالحین کی قبروں کا مسح کر کے ، یعنی اُن قبروں کو چُھو کر ، اُن پر ہاتھ یا جِسم کے کچھ حصے مس کر کے اُن قبروں والوں سے برکت پانے کا بے بنیاد عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ یہ عقیدہ بھی اُن کے ہاں پائے جانے والے بہت سے عقائد کی طرح اللہ کی کتاب قران کریم اور رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شُدہ سُنّت شریفہ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا،

وہ صاحبان اِس کام اور عقیدے کو دُرست ثابت کرنے کے لیے غیر ثابت شُدہ دلائل پیش کرتے ہیں، اور غلط انداز میں اُن کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ عام قاری حوالہ جات کی کثرت دیکھ کر اُس واقعے کو صحیح سمجھنے لگے ،

اِنہی دلائل میں سے ایک وہ واقعہ ہے جو مروان بن الحکم اور صحابی رسول ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہُ کے مابین ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اور قبر پر چہرہ رکھنے کے بارے میں ہونے والی ایک گفتگو پر مُشتمل ہے ،

یہاں اُس واقعے کی صحت اور دُرستگی کا بیان پیش کر رہا ہوں ، اللہ تبارک و تعالیٰ ہر قاری کو یہ توفیق عطاء فرمائے کہ وہ اپنے مذھبی ، مسلکی اور شخصیاتی تعصب اور ضِد سے آزاد ہو کر اِس کو مطالعہ کرے اور حقیقت کو سمجھے ، مانے اور اپنائے ، گو کہ اپنے اختیار کردہ عقائد ، مذھب و مسلک اور شخصیات کی غلطی تسلیم کرنا اور اُس غلطی کو چھوڑ دینا بہت ہی عزم اور جرأت والا کام ہے ، لیکن ناممکن نہیں ، اللہ جسے چاہے اِس کی توفیق عطاء فرما سکتا ہے ، اللہ ہمیں اُن میں سے بنائے جنہیں یہ توفیق عطاء ہوتی ہے ،

یہ واقعہ حدیث شریف کی پانچ کتابوں میں منقول ہے ، اُن کے مکمل حوالہ جات بھی اِن شاء اللہ میں ذِکر کروں گا ،

پہلے ہم وہ روایت پڑھتے ہیں :::

(((أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْماً فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعاً وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ أَتَدْرِى مَا تَصْنَعُ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ ﴿ لاَ تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ وَلَكِنِ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهِ ﴾ ::: ایک دِن مروان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی طرف) آیا تو اُس نے ایک آدمی کو قبر پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے دیکھا ،

تو مروان نے کہا، کیا تُم جانتے ہو کہ تُم کیا کر رہے ہو ؟

تو اُس آدمی نے مروان کی طرف توجہ کی، تو وہ (صحابیِ رسول)ابو ایوب (الانصاری) تھے،
تو ابو ایوب الانصاری نے کہا، ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں) میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ) کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ﴿اگر دِین کے معاملات ایسے لوگوں کے سُپرد کر دیے جائیں جو (اِن معاملات کو دُرُست طور پر نمٹانے کی) قابلیت رکھتے ہوں تو دِین (کے نقصان) پر روؤمت، لیکن اگر دِین کے معاملات ایسے لوگوں کے سُپرد کر دیے جائیں جو (اُن معاملات کو دُرُست طور پر نمٹانے کی) قابلیت نہیں رکھتے تو پھر دِین (کے نقصان) پر روؤ﴾)))

یہ مذکور بالا الفاظ، مُسند احمد کی روایت کے ہیں،

مکمل حوالہ جات: مُسند احمد/حدیث رقم 24302/مُسند ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہُ میں سے حدیث رقم 89،

::::::اِس کے علاوہ یہ واقعہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ مستدرک الحاکم میں بھی ہے،

::::::المستدرک علی الصحیحین للحاکم/حدیث 8571/کتاب الفتن والملاحم/باب 9اما حدیث ابی عوانہ میں سے حدیث رقم 114،

::::::اورإمام الطبرانی، سلیمان بن أحمد رحمہُ اللہ (متوفی 360 ہجری) کی معجم الکبیر، اور معجم الاوسط میں اِس روایت کا صرف وہ حصہ بیان ہوا ہے جو حدیث کے طور پر منقول ہے، اور اِن تینوں روایات میں """ وَلِيَهُ """کی جگہ """ وَلَّيْتُمُوهُ """منقول ہے،

معجم الطبرانی کی روایات کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:::

::::::المعجم الکبیر/حدیث 3999/باب الخاء/الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ میں سے پہلی روایت،

::::::المعجم الاوسط/حدیث 284/باب الالِف/من إسمہُ أحمد میں سے روایت رقم 284،اور،

::::::المعجم الاوسط/حدیث 9366/باب الھاء/من إسمہُ ھارون میں سے روایت رقم 37،

اب ہم اِن روایات کی اسناد کا جائزہ لیتے ہیں، اِن شاء اللہ،

مُسند أحمد کی روایت کی سند درج ذیل ہے:::

""" حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ ،،،،""" ،

اور مُستدرک الحاکم کی سند درج ذیل ہے:::

"""حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ الدُّورِيُّ، ثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَرَ الْعَقَدِيُّ، ثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ،،،،""" ،

مُسند أحمد اور مستدرک الحاکم کی اسناد میں دو راوی مشترک ہیں، کثیر بن زید، اور داؤد بن ابی صالح، اور یہ دونوں ہی اِن اسناد کی

آفت ہیں،
کثیر بن زید، کا پورا نام کثیر بن زید الاسلمی، المدنی، ابو محمد، لکھا جاتا ہے،
اِن کے بارے میں اِمام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی رحمہُ اللہ (متوفی 748 ہجری) نے کہا:
"""قَالَ أحمد: مَا أرى بِهِ بأسا، وقال أَبُو زرعة: **ليس بالقوي**،وقال النسائي: **ضعيف**::: (اِمام) احمد (ابن حنبل رحمہُ اللہ متوفی 241 ہجری، نے اِس راوی کے بارے میں) کہا کہ میں اِس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا، اور (اِمام عبید اللہ بن عبدالکریم) ابوزُرعہ (الرازی رحمہُ اللہ، متوفی 264 ہجری) نے کہا، **یہ (روایات بیان کرنے میں) مضبوط نہیں**، اور (اِمام أحمد بن شعیب) النِسائی (رحمہُ اللہ، متوفی 303 ہجری) نے کہا، **(روایات بیان کرنے کے بارے میں) کمزور ہے**"""بحوالہ، تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام/ترجمہ رقم 309/حرف الکاف میں دُوسرا ترجمہ،
یعنی دو اِماموں نے اِن کثیر بن زید کی روایات کو ضعیف، یعنی کمزور، نا قابل اعتماد اور نا قابل حُجت قرار دِیا،
اِسکے عِلاوہ اِمام المزی، یوسف بن عبدالرحمٰن المزی رحمہُ اللہ (متوفی 742 ہجری) نے اِس راوی کثیر بن زید کے بارے میں بتایا """اِمام ابن معین کی طرف سے اس کے بارے میں مختلف آراء منقول ہیں کہ، لیس بذاک، لیس بالشیء، صالح، لیس بہ بأس، ثقہ، اِن بظاہر مختلف آراء کا مفہوم، دُوسرے اِماموں کی جرح و تعدیل کی روشنی میں یہ بنتا ہے کہ، یہ کثیر بن زید ذاتی طور پر تو نیک، سچا اور با اعتماد ہے، لیکن اس قدر مضبوط نہیں کہ اِس کی روایات کو (اکیلے کسی دوسری گواہ روایت کے بغیر) قبول کیا جائے
،
اور (اِمام عبید اللہ بن عبدالکریم) ابوزُرعہ (الرازی، رحمہُ اللہ، متوفی 264 ہجری) نے کہا صدوق، فيه لين::: سچا تو ہے، **لیکن کمزور ہے**،
اور (اِمام) ابو حاتم (محمد بن اِدریس رحمہُ اللہ متوفی 277 ہجری) نے کہا، صالح، ليس بالقوي، يكتب حديثه::: نیک (سچا) تو ہے، **لیکن (اس قدر) مضبوط نہیں (کہ) اُس کی روایات لکھی جا سکیں**"""بحوالہ تهذيب الكمال في أسماء الرجال /ترجمہ 4941/باب الکاف/مَن اِسمہ کثیر میں سے ترجمہ رقم 8،
اِس طرح یہ بھی واضح ہو گیا کہ اِمام ابوزُرعہ رحمہُ اللہ کی طرف سے جو تعدیل کے الفاظ منقول ہیں وہ در حقیقت جرح ہی ہیں، اور *اِس طرح یہ کثیر بن زید چار اَئمہ رحمہم اللہ کی طرف سے ضعیف قرار دِیا گیا راوی ہے، لہذا اِس کی کوئی روایت قابل حُجت نہیں، سوائے اِس کے کسی صحیح روایت کے ذریعے اِس کو گواہی میسر ہو، اور ہمارے زیر مطالعہ روایت کے لیے ایسا کچھ مُیسر نہیں، جی اگر کوئی صحیح گواہ روایت ملتی ہو تو پھر اِن کثیر بن زید کی روایت کو حُسن کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے۔*
اِس کے بعد آتے ہیں، **داؤد بن ابی صالح** کی طرف،
اِس کے بارے میں اِمام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی رحمہُ اللہ (متوفی 748 ہجری) نے کہا:
"""**داود بن أبي صالح**. حجازي. لا يعرف. له عن أبي أيوب الانصاري. روى عنه الوليد بن كثير فقط::: داود بن ابی صالح، **حجازی ہے معروف نہیں ہے** (یعنی اِس کے بارے میں کوئی اور معلومات میسر نہیں ہیں) اس کی ابو ایوب الانصاری

(رضی اللہ عنہُ) سے روایت ہے، اِس داؤد سے صِرف الولید بن کثیر نے ہی روایت کیا ہے""" بحوالہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال/ترجمہ رقم 2620،2617،مَن اسمہ داؤد،

پس یہاں تک یہ بالکل واضح ہو گیا کہ مُسند احمد اور مُستدرک حاکم کی یہ روایت نا قابل قبول، اور نا قابل حُجت ہے، کیونکہ اِس میں دو عیب پائے جاتے ہیں، ایک تو ایک غیر معروف راوی اور دُوسرا ایک ضعیف، کمزور راوی۔

اس کے بعد ہم اِمام الطبرانی رحمہُ اللہ کی معجم الکبیر، اور معجم الاوسط کی روایات کی اسناد کی طرف چلتے ہیں:::

"""أَحْمَدُ بْنُ رِشْدِينَ الْمِصْرِيُّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ بِشْرٍ، ثنا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ،،،،"""المعجم الکبیر/حدیث 3999/باب الخاء/الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ میں سے پہلی روایت،

"""حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ رِشْدِينَ قَالَ: نا سُفْيَانُ بْنُ بَشِيرٍ الْكُوفِيُّ قَالَ: نا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،،،،"""المعجم الاوسط/حدیث 284/باب الالِف/من اِسمہُ أحمد میں سے روایت رقم 284،

"""حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَبُو ذَرٍّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ بِشْرٍ الْكُوفِيُّ، نا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"""حدیث 9366/باب الھاء/من اِسمہُ ھارون میں سے روایت رقم 37،

قارئین کرام، آپ ملاحظہ فرما چکے ہوں کہ اِمام الطبرانی کی تینوں اسناد میں وہی کثیر بن زید ہیں، جن کی روایات کی قبولیت کی تفصیل ابھی بیان کی گئی ہے،

اِس کے علاوہ سب سے پہلی سند، جو کہ معجم الکبیر کی روایت ہی ہے، اور پھر دُوسری سند جو کہ معجم الاوسط کی دو میں سے ایک روایت کی ہے اُس میں احمد بن رشیدین نامی راوی ہے،

اِس کا حال بھی محدثین کرام رحمہم اللہ کی خبروں کے مطابق جان لیجیے:::

احمد بن رشیدین کے بارے میں اِمام أحمد ابن عدی (متوفی 365ہجری) نے، ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اِسے اِمام النسائی کی مجلس میں اِس کے جاننے والوں نے اِس کے اپنے ہی اُستاد کے کہنے کے مطابق جھوٹا قرار دِیا (اور وہ اپنی سچائی ثابت نہیں کر سکا)، بحوالہ، الكامل في ضعفاء الرجال/ترجمہ رقم 42،

اور اِمام احمد بن علی ابن حجر العسقلانی (متوفی 852ہجری) رحمہُ اللہ نے کہا کہ """ابن عدی (رحمہُ اللہ) نے کہا کہ اِسے لوگوں نے جھوٹا قرار دِیا ہے، اور میں نے بھی اِس کی روایات میں سے کئی ایک پر اِنکار کیا ہے (یعنی اُن کو مُنکر پایا ہے)""" بحوالہ، لسان المیزان/ترجمہ 740/مَن اسمہُ أحمد میں سے ترجمہ رقم 373، یہاں پر بھی اِس احمد بن رشیدین کو جھوٹے قرار دیے جانے کا واقعہ مذکور ہے،

اِس طرح یہ دونوں روایات، یعنی معجم الکبیر کی روایت، اور معجم الاوسط کی دو میں پہلے ذِکر کردہ روایت اسناد میں دو دو عیب، اور نقص ہونے کی وجہ سے ضعیف، یعنی کمزور، نا قابل حُجت، اور نا قابل اعتماد قرار پاتی ہیں،

اِس کے بعد رہ جاتی ہے معجم الاوسط کی دوسری روایت،

اِس کی سند میں بھی دو عیب ہیں، ایک تو وہی کثیر بن زید، اور دوسرا حاتم بن إسماعیل رحمہُ اللہ کی طرف وھم کا امکان،

اِن حاتم بن إسماعیل رحمہُ اللہ کے بارے میں إِمام أحمد بن علی ابن حجر العسقلانی رحمہُ اللہ نے کہا کہ :::

"""صحيحُ الكتاب صدوقٌ يهم:::اِن کا لکھا ہوا صحیح ہوتا تھا (لیکن زُبانی بتایا ہوا قابل اعتماد نہیں کیونکہ یہ) سچے تو تھے مگر اِنہیں (حافظے کی کمزوری کی وجہ سے روایات یا اسناد بیان کرنے میں) وھم ہوتے تھے """بحوالہ لسان المیزان /ترجمہ رقم 994/حرف الحاء المُھملۃ میں ترجمہ رقم 3،

اِسی وجہ سے إِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے لکھا کہ :::

"""وحاتم بن إسماعيل من رجال الشيخين، لكن قال الحافظ: صحيح الكتاب، صدوق يهم.

قلت: فمن المحتمل أن يكون وهم في ذكره المطلب بن عبد الله مكان داود بن أبي صالح، ولكن السند إليه غير صحيح، فيمكن أن يكون الوهم من غيره، لأن سفيان بن بشير أو بشر، لم أعرفه، وليس هو الأنصاري المترجم في "ثقات ابن حبان" (6 / 403) وغيره، فإنه تابع تابعي، فهو متقدم على هذا، من طبقة شيخ شيخه (كثير بن زيد) ::: اور حاتم بن إسماعیل (رحمہُ اللہ) شیخین (بخاری و مسلم رحمہما اللہ) کے راویوں میں سے ہیں، لیکن حافظ (ابن حجر العقسلانی رحمہُ اللہ) نے کہا ہے کہ :

اِن کا لکھا ہوا صحیح ہوتا تھا، سچے تو تھے مگر اِنہیں وھم ہوتے تھے،

میں (الالبانی) کہتا ہوں کہ اِس بات کا (قوی) امکان ہے کہ (معجم الطبرانی کی اسناد میں، اِن حاتم بن إسماعیل رحمہُ اللہ کو) وھم ہوا ہو، اور (کثیر بن زید سے اوپر) داؤد بن ابی صالح کی بجائے المُطلب بن عبداللہ کا ذِکر کر دیا گیا ہو،

لیکن یہ سند تو (إِمام الطبرانی سے لے کر اِن) حاتم بن اسماعیل تک بھی صحیح نہیں ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ یہ وھم کسی اور رزوی کی طرف سے وارد ہوا ہو، (اور میں ایسا اِس لیے کہہ رہا ہوں کہ، اِس روایت کی دُوسری دو اسناد جو کہ مُسند أحمد اور مُستدرک حاکم میں ہیں، اُن میں کثیر بن زید نے داؤد بن ابی صالح سے ہی روایت کیا ہے، اور اِس لیے بھی) کیونکہ (اِن دونوں، یعنی إِمام الطبرانی اور حاتم بن إسماعیل رحمہما اللہ کے درمیان جِس سُفیان بن بشیر یا سُفیان بن بِشر کا ذِکر ہے اُسے میں نہیں جانتا (اور نہ ہی تراجم الرجال میں اِس کا کوئی ذِکر ملتا ہے، خیال رہے کہ (معجم کی اِن اسناد میں مذکور) یہ (سفیان بن بِشر) وہ انصاری نہیں ہیں، جن کا ذِکر (تراجم کی کتابوں میں سے) "ثقات ابن حبان" اور دوسری کتابوں میں ملتا ہے، کیونکہ وہ سُفیان بن بِشر الانصاری تو تبع تابعین میں سے ہیں، لہٰذا یہ (سُفیان بن بِشر الانصاری، سُفیان بن بِشر الکوفی) کے اُستاد کے اُستاد (کثیر بن زید) سے پہلے والے طبقے میں ہیں، (پس لازم ہے کہ اُن تک سند پہنچنے کے لیے ایک اور راوی بھی ہو، جو کہ نہیں ہے، اس طرح اِس سند میں انقطاع بھی محسوس ہوتا ہے، اور یہ بھی معجم کی اسناد میں بڑی صراحت سے سفیان بن بشیر، یا بِشر کو کوئی ہی لکھا گیا ہے، انصاری

نہیں) """ بحوالہ ، سلسلۃالاحادیث الضعیفۃ/حدیث 373 ،

(جو کچھ قوسین میں لکھا گیا ہے وہ میری طرف سے تشریح ہے ،إِمام الالبانی رحمہُ اللہ کے الفاظ نہیں ہیں ، لہذا کوئی قاری اُنہیں إِمام صاحب رحمہُ اللہ سے منسوب نہ سمجھے) ،

اور ، دونوں معجم کی تینوں روایات کی اسناد میں درج ذیل راوی مشترک ہیں ،

سُفیان بن بشیر ، یابِشر الکوفی ، حاتم بن إِسماعیل ، اور کثیر بن زید ،

اِن کی روایات کو قبول کرنے کے بارے میں أئمہ رحمہُ اللہ کے فیصلے ذِکر کر دیے گئے ،

::::: حاصل مطالعہ ::::: یہ ہوا کہ اِس ساری تحقیق کے بعد یہ نتیجہ بالکل واضح طور پر سامنے آیا کہ ،

یہ ، ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہُ کا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر شریف پر چہرہ رکھنے والا قصہ ثابت نہیں ہوتا ، اور نہ ہی اِس موضوع سے متعلق اُن کے اور اور مروان بن الحکم کے درمیان کوئی بات چیت پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے ،

اور نہ ہی وہ بات جو کہ حدیث کے طور پر ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہُ سے مروی ہے ، حدیث ثابت ہوتی ہے ،

لہٰذا جو لوگ اِس کو دلیل بنا کر قبروں کا مسح کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں ، اور قبروں سے تبرک پانے کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بہت بڑی اور بُری غلط فہمی کا شِکار ہیں ،

اِس کام ، اور ایسے کسی عقیدے کے بارے میں اللہ پاک کی کتاب قران حکیم ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ سے ، اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے صحیح ثابت شُدہ اقوال و افعال میں سے کوئی دلیل میسر نہیں ، لہٰذا کسی شک اور شبہے کے بغیر یہ کام ، اور ایسا عقیدہ دِین میں خود ساختہ ہیں ، اور اللہ کے ہاں مردُود ہیں ،

اگر میری یہ باتیں پڑھنے والوں میں سے میرے کسی بھائی یا بہن کے پاس شرعی طور پر مقبول کوئی دلیل ہو ، تو مجھے ضرور آگاہ فرمائے ، اور اگر کوئی بھی سوال یا اشکال ہو تو ضرور سامنے لائے ،

لیکن اپنی کوئی بات یا دلیل پیش کرنے سے پہلے اُس کے بارے میں یہ ضرور سوچ لیا جائے کہ کیا یہ شرعی طور پر مقبول ہے یا نہیں ، لہٰذا ﴿ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ::: اگر تُم سچے ہو تو اپنی واضح دلیل پیش کرو ﴾ پر عمل فرماتے ہوئے برھان سامنے لایے تا کہ آپ کا اور ہمارا وقت ضائع نہ ہو ، پیشگی شکریہ ، اور دُعا کہ جزاکم اللہ خیراً ،

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو حق پہچاننے ، جاننے ، ماننے ، اپنانے اور اُس پر عمل پیرا رہتے ہوئے مرنے کی توفیق عطاء فرمائے ،

والسلام علیکم ۔

تاریخ کتابت : 24/04/1431 ہجری ، بمطابق ، 09/04/2010 عیسوئی ،

تاریخ تجدید و تحدیث : 05/10/1436 ہجری ، بُمطابق ، 21/07/2015 عیسوئی ،

تجدید و تحدیث الثانی : : 14/12/1437 ہجری ، بُمطابق ، 15/09/2016 عیسوئی ۔